ماہنامہ

المعارف

بیادگار

عاشق مصلح الامت حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ

بفیض

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب قدس اللہ سرہ

مدیر

مولانا قاری محمد عارف رحیمی صاحب

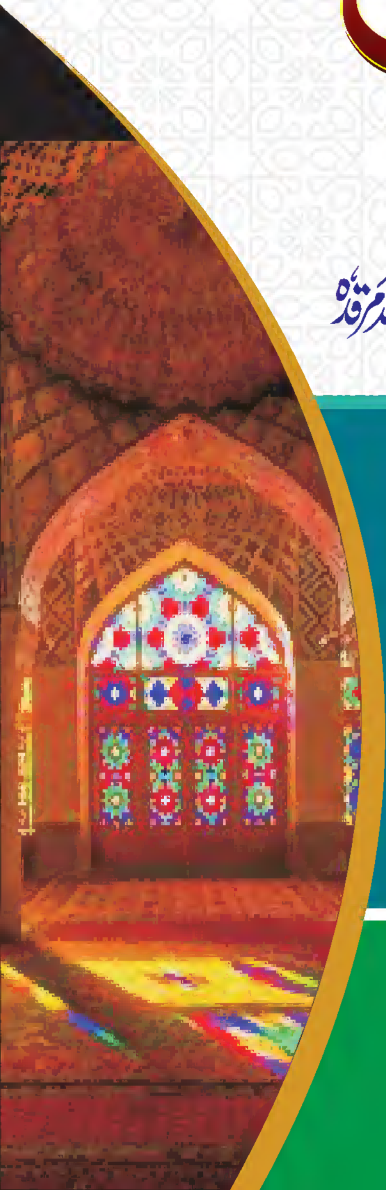

جلد ۶ شمارہ ۵ جون ۲۰۲۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خانقاہ رحیمیہ و جامعہ رحیمیہ خیر المدارس کا دینی، علمی، اصلاحی، ترجمان

ماہنامہ

المعارف

جلد ۶

شمارہ ۵

جون ۲۰۲۲ء

ذوالقعدہ ۱۴۴۳ھ

بیادگار

عاشقِ مصلح الامت حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ

بہ فیض

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا شاہ محمد ذاکر رحیمی صاحب قدس سرہ

مرتب

محمد حماد عاطف رحیمی

مدیر

مولانا قاری محمد عارف رحیمی صاحب

مجلس معاونت

اساتذہ جامعہ

سالانہ زر تعاون

۱۵۰ روپے

کمپوزنگ و ڈیزائننگ

مولانا سہیل احمد

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

AL-MAARIF

JAMIA RAHEEMIA KHAIRUL MADARIS

Beside: Masjid -e- Ashraf, Deeramathi 2nd Street, PERNAMBUT - 635810.
Vellore Dist, Tamil Nadu (India). P.O. Box No: 32

Cell: +91 9894306751, +91 9952557549, +91 9894641484.

Email: raheemitrust@gmail.com

A/c no. 1095201001113 - IFSC CODE CNRB 0001095

CANARA BANK PERNAMBUT BRANCH

طابع و ناشر محمد حماد عاطف رحیمی نے جے یم پراسس چنئی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ المعارف جامعہ رحیمیہ خیر المدارس پرنامبٹ سے شائع کیا

آئینۂ مضامین

عنوان	مضمون	مصنف	صفحہ
نگاہِ اوّلیں	مالی عبادت ایک نفع مند سودا	مدیر	۳
نورِ حراء	یتیم کی کفالت کا اجر	افاداتِ اکابر	۶
شمعِ رسالت	رضائے الٰہی	عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۹
بزمِ درویش	ملفوظاتِ رحیمی	عارف باللہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ	۱۳
درِّ نایاب	معارفِ رحیمی	شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ محمد ذاکر رحیمی صاحب نور اللہ مرقدہ	۱۴
فغانِ کلیم	اثر انگیز نصائح	طبیب الامۃ مرجع العلماء حضرت شاہ حکیم محمد کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم	۱۶
مضامین	کیا قربانی معاشی تباہی کا ذریعہ ہے؟	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم	۱۸
مضامین	مکاتب قرآنیہ کی ضرورت واہمیت	مولانا محمد طاہر مظاہری	۲۲
امثال وعبر	سلطان نورالدین محمود زنگیؒ اور انکی شب بیداری	شیخ احمد مصطفیٰ قاسم الطحطاوی	۲۴
نورِ نبوت	تکیہ سے ٹیک لگانے کے متعلق سنتیں	ماخوذ	۲۷
مشعلِ راہ	قربانی کے چند ضروری مسائل	مولانا محمد طاہر مظاہری	۲۸
اوراد و وظائف	مصیبت اور حاجت کے وقت کیا پڑھنا ہے	حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی رحمۃ اللہ علیہ	۳۰
مسک الحرمین	سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	زائر حرم حضرت حمید صدیقی لکھنوی مرحوم	۳۲

دینی کتب ورسائل کا احترام ہر مسلمان پر فرض ہے

''المعارف'' کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل کریں۔(ادارہ)

نگاہِ اوّلیں

مدیر

مالی عبادت ایک نفع مند سودا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جنہیں عافیت سے نوازا ہے یقیناً ان پر اللہ کا عظیم احسان ہوا ہے، لہٰذا عافیت والے بندوں پر لازم ہے کہ ان بندوں کا خیال ضرور رکھیں جو پریشان ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمام مؤمن ایک جان کی طرح ہیں جس طرح کسی آنکھ میں درد ہوتا ہے تو اس سے سارا بدن پریشان ہوجاتا ہے اگر سر میں تکلیف ہے تو سر کی وجہ سے سارا بدن متاثر ہوجاتا ہے ایسے ہی ایک غریب کو تکلیف ہوجائے تو سارے مسلمان پریشان ہوجانا چاہئے اور ان کی تکلیف کو دور کرنے کی حتی المقدور کوشش کرنی چاہئے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ہمکلامی ہوئی تو سب سے پہلے آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور جو نذرانہ پیش کیا تھا وہ پوری اُمت کی طرف سے تھا، ''اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ'' یااللہ! آپ کے دربار نذرانہ لے کر آیا ہوں میری قولی عبادتوں کا، زبانی عبادتوں کا اور میری بدنی عبادتوں کا اور میری مالی عبادتوں کا بھی نذرانہ لے کر پہنچا ہوں، ایک تو بدنی عبادت ہماری وہ ہے جو ہم فرائض، نوافل اور سُنن ادا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہماری قولی وزبانی عبادتیں جو ذکر واذکار ہیں، وعظ ونصیحت ہیں، علاوہ ازیں تیسری عبادت ہے مالی عبادت، انسان کو مال ودولت سے بڑی محبت اور گہرا تعلق ہوتا ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ'' کہ انسان میں مال کی محبت بہت سخت ہے، یہی وجہ ہے کہ آج مؤمن ومسلمان بدنی وقولی عبادات کے بہ نسبت مالی عبادات میں پیچھے اور سُست نظر آتا ہے حالانکہ یہ

بات یقین کے درجہ میں ہے مال فنا اور ختم ہونے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کیلئے فرمایا ''مَا عِنْدَ كُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ'' جو کچھ تمہارے پاس ہے یعنی مال ودولت کی شکل میں وہ سب فنا ہونے والی ہیں اور جو چیزیں اللہ کے حضور ہیں وہ باقی رہنے والی ہیں۔

امّاں عائشہؓ حجرۂ طیبہ کے اندر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لائے تو دریافت فرمایا گھر میں کیا رکھا ہوا ہے؟ امّاں عائشہؓ نے کہا یارسول اللہ! جو بکری ذبح ہوئی تھی وہ صدقہ کردی گئی صرف ایک پہلو بچا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عائشہ! واقعہ یہ ہے کہ اس پہلو کے علاوہ سب کچھ بچا ہے مطلب یہ تھا کہ جو اللہ کے راستہ میں دیدیا، باقی تو وہی ہے اور جو ہمارے پاس ہے اُسے باقی کہنا درست نہیں۔

اس سے پتہ چلا کہ راہِ خدا میں جو مال لگتا ہے، وہ ذخیرۂ آخرت بنتا ہے باقی دنیا میں جو ذخیرہ ہے وہ تو فنا ہونے والا ہی ہے، لہٰذا خوب دل کھول کر مالی عبادات بجالانا ہے، جنہیں مال ودولت میسر ہے ان کو تصور کرنا چاہئے ''اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل مجھ پر بے انتہاء ہے، وہ کریم بن مانگے عطا کیا ہے تو میرا فریضہ بنتا ہے کہ پریشان مجبور اور حاجتمندوں کا خیال کروں، یاد رکھو ہمیں مال ودولت ضعفاء وفقراء کی وجہ سے ہی میسر ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے ایک صحابی آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ایک بھائی ہے جو بالکل بیکار ہے، کماتا دھماتا نہیں ہے، وہ ہر ہمیشہ میرے لئے بوجھ بنا رہتا ہے، میری ہی آمدنی کا محتاج رہتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ'' تمہارے کمزور ماتحتوں کے ذریعہ ہی تو تمہیں رزق ملتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آج ہمارے پاس دولت، کشادگی اور فراخی ہے تو اس کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں مکلف بنایا ہے اور حکم فرمارہے ہیں کہ غریبوں میں تقسیم کرو، پریشان لوگوں کی فکر کرو، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، ننگوں کو پہناؤ۔ وقت کا تقاضا ہے کہ آج کتنے لوگ بے گھر ہو چکے ہیں، کتنے لوگ وہ ہیں جو سب کچھ تھا ان

کے پاس لیکن سیلاب آیا تو سب چلا گیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں آج عافیت سے رکھا ہے تو ہم نے کوئی ایسا بڑا عمل نہیں کرلیا تھا جس کے نتیجہ میں آج ہم عافیت سے ہیں انہوں نے کوئی بہت بڑا گناہ نہیں کیا جس کی پاداش میں آج انکو سیلاب والا عذاب آیا ہے، سب برابر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں بچالیا اور انہیں اس میں گرفتار کیا، اللہ حفاظت کرنے اور دنوں کو بدلنے والے ہیں۔ ''وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ'' کبھی پریشانی ہمیں آجائے گی اور عافیت ان کو رہے گی اگر یہ بلا و مصیبت سے امن اور حفاظت چاہتے ہیں تو خوب صدقات وخیرات کا مزاج بنانا ضروری ہے، صدقہ وخیرات کا ایسا سودا ہے کہ اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں ہمیں یقین دلایا ہے کہ تم نیک عمل کروگے تو جنت ملے گی اور توبہ کروگے تو جہنم سے تمہیں چھٹکارا ملے گا، جب اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو تو صحت ملے گی، اللہ سے مال مانگو تو مال ملے گا یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں ہمیں یقین دلایا ہے وہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صدقہ سے مال کبھی کم اور گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً'' کون بندہ جو مجھے قرض دے گا اور قرض اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے گا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اس کو دوگنا تگنا حتی کہ سات سو گنا بڑھا کر انہیں واپس دوں گا تو یہ کتنا بڑا نفع مند سودا ہے۔ **والحمد للہ رب العالمین**

بقیہ از صفحہ: ۱۲ معلوم ہوا کہ اللہ سے دوری اور ان کی ناراضگی دوزخ سے بڑھ کر ہے کیونکہ جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے اسی کو دوزخ میں ڈالے گا اور دوزخ کا حاصل اللہ تعالیٰ سے جدائی ہے اور جو گناہ کرتا ہے وہ دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ سے جدا ہوجاتا ہے اور دوزخ میں دوزخیوں کا جو حال ہوگا کہ ''لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى'' نہ مرے گا نہ جیئے گا، موت وزندگی کی کشمکش میں مبتلا ہوگا اسی طرح گنہگار کی زندگی اللہ تعالیٰ کی دوری کے عذاب سے دنیا ہی میں تلخ ہوجاتی ہے۔

یتیم کی کفالت کا اجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ۔ (البقرۃ)

ترجمہ: اور لوگ آپ سے یتیم بچوں کا حکم پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اُن کی مصلحت کی رعایت رکھنا زیادہ بہتر ہے۔

ایک حدیث میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور یتیم اور پرورش کرنے والا بہشت میں اس طرح ہوں گے، یہ کہہ کہ آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو دکھایا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی رکھی یعنی یتیم کی پرورش کرنے والے اور اس کے مال کی حفاظت کرنے والے کا بہشت میں اتنا درجہ بلند ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجہ سے ایسا اتصال ہے جیسے آپس میں ان دو انگلیوں کو۔

یتیم کے مال میں احتیاط

چونکہ عرب میں ابتدائے اسلام میں پوری طرح یتیموں کا حق دینے میں احتیاط نہ تھی اس لئے پہلے قرآن کریم میں یہ حکم ہوا تھا "وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ" (پ:۱۵، سورۂ بنی اسرائیل) یعنی یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اس طریقہ سے جو بہترین طریقہ ہو اور پھر چوتھے پارہ (سورۂ نساء) میں فرمایا گیا "اَلْيَتٰمٰى" یہ لفظ یتیم کی جمع ہے اور یتیم سے مراد وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی ہے جس کے سر سے باپ یا ماں کا یا دونوں کا سایہ اُٹھ گیا ہو، باپ کے مرجانے سے اگر بچہ یتیم ہو تو اس کی یتیمی اور بھی زیادہ قابل رحم ہوجاتی ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ

أَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ''یعنی جولوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ بھڑکتی ہوئی جہنم میں عنقریب داخل ہوں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو احکامِ الٰہیہ پر جان قربان کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی سے انتہائی ڈرنے والے تھے ان آیاتِ مذکورہ کے نزول سے سخت خوف زدہ ہو گئے اور جس کے پاس کوئی یتیم بچہ اور اس کا مال تھا اور وہ گھر کے سب آدمیوں کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رکھا جاتا تھا تو ان کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ ہر وقت تو اس کی نگرانی مشکل ہے کہ یتیم بچہ نے کتنا کھایا ہے، جتنا مال اس کا شریک ہے وہ دوسرے کے حصہ سے کم ہے یا زیادہ، اگر یتیم کا مال زیادہ ہو گیا تو یہ وعید شدید ہے جو اوپر کی آیت میں فرمائی گئی، اس لئے ان آیات کو سن کر ان صحابہ نے جو یتیموں کے والی تھے، ڈر کے مارے اتنی احتیاط کرنے لگے کہ یتیموں کا کھانا بھی الگ پکواتے اور الگ رکھواتے۔

اور اس طرح یتیم کا مال گل سڑ کر ضائع ہوتا۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ احتیاط کا یہ مطلب نہیں کہ ضیاع ہونے لگے بلکہ احتیاط کی غرض بھی یتیموں کی خیرخواہی ہے جس طرح ان کی خیرخواہی ہو وہی صورت اختیار کی جائے۔

وَإِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَأَعْنَتَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (البقرۃ)

ترجمہ: اور اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ مصلحت ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو جانتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تم کو مصیبت میں ڈال دیتے یقیناً اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

جب یتیموں کے مال کو الگ رکھنے کا حکم ہوا تو اس سے بعض صورتوں میں یتیموں کے نقصان کا اندیشہ ہوتا کہ کھانے کی چیز بچ رہی تو یا تو وہ یتیم خود دوسرے وقت کھائے یا پھر وہ گل سڑ کر ضائع ہو گیا۔ نیز اس طرح علیٰحدہ انتظام سے اولیاءِ یتیم کو بھی تکلیف ہوتی تھی اس لئے ایسے لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اور پوری بات معلوم کرنے کیلئے یتامیٰ کے بارے میں سوال اُٹھایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نیک نیتی اور دیانتداری کے ساتھ یتیموں کے مال کو اپنے مال میں ملا لینے کی رخصت دی گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یتیم کے ذرا ذرا سے مال کی اس طرح دیکھ بھال سخت مشکل ہے کہ اس کا کھانا الگ ہو، اس کا پینا الگ ہو، ''اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ'' سے تو یہی علیٰحدگی مراد ہے لیکن پھر ''وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ'' فرما کر کھانا پینا ملا جلا رکھنے کی اجازت دے دی گئی، اس لئے کہ وہ بھی دینی بھائی ہیں۔

تو اس آیت کے بموجب جو چیز کہ خراب ہونے یا گلنے سڑنے والی ہو اُس میں نیک نیتی سے اپنے ساتھ یتیم کا خرچ انداز سے شامل رکھنا درست ہے اور دوسری چیزوں کا حساب الگ رکھنا واجب ہے پھر چونکہ نزولِ آیت کے وقت اکثر مسلمانوں کے پاس مسلمان ہی یتیم تھے اس لئے ''اِخْوَانُكُمْ'' یہاں فرمایا ورنہ اگر دوسرے مذہب کا یتیم بچہ بھی اپنی تربیت میں ہو اس کا بھی بعینہٖ یہی حکم ہے اور رعایت اور مزید کرنی ہوگی کہ بالغ ہو جانے کے بعد اپنی پرورش کا دباؤ ڈال کر اور حق استعمال کر کے اس پر اسلام قبول کرنے کیلئے جبر اور زور ڈالنا جائز نہ ہوگا بلکہ آزادانہ رائے قائم کرنے کا اس کو پورا پورا حق ہوگا۔

شمع رسالت

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

رضائے الٰہی

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ ۔

(تفسیر اللباب لابن عادل)

ترجمہ...... اے اللہ! میں آپ سے آپ کی رضا اور جنت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کی ناراضگی اور جہنم سے پناہ مانگتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا۔

(سورۃ طٰہٰ،اٰیۃ:۱۲۴)

جو مجھے بھول جاتا ہے اس کی زندگی تلخ کردی جاتی ہے۔ جیسے مچھلی کو پانی سے نکال لو تو جس طرح وہ تڑپتی ہے اسی طرح ہماری روح آپ سے دور ہو کر تڑپتی رہتی ہے کیونکہ آپ سے دوری کا عذاب کس دوزخ سے کم ہے اور آپ کی خوشی کس جنت سے کم ہے۔ اسی لئے ہمارے پیارے نبی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کی خوشی اور رضا کو جنت پر مقدم فرمایا اور آپ کی ناراضگی کو جہنم پر مقدم فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ ۔

(تفسیر اللباب لابن عادل)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بارگاہِ کبریا میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! میں آپ کی رضا و خوشی کو طلب کرتا ہوں اور جنت کو درجۂ ثانوی میں طلب کرتا ہوں اور آپ کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں اور دوزخ سے درجۂ ثانوی میں پناہ چاہتا ہوں۔ ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ'' سے معلوم ہوا کہ سب سے اعلیٰ نعمت اللہ کی محبت، اللہ کی رضا ہے، ذاتِ حق ہے، جنت کی نعمت اور

جنت کی لذات درجۂ ثانوی میں ہیں۔ جنت تو معاوضہ ہے، بدلہ ہے جو دراصل عطا ہے لیکن بصورت جزاء ہے لیکن جنت اللہ کی ذات نہیں ہے، غیر ذات ہے، رضاء کا تعلق اللہ کی ذات سے ہے ''رِضَاكَ'' سے مراد ہے کہ اے اللہ! آپ ہم سے خوش ہوجایئے یہ ہمارے لئے جنت سے عزیز تر ہے، آپ کی خوشی کے مقابلہ میں جنت بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ اسی لئے جانِ عاشقِ نبوت جنت کو مقدم نہیں کررہی ہے، آپ کی رضا اور آپ کی خوشی کو مقدم کررہی ہے۔ جانِ پاکِ نبوت کا یہ اسلوبِ کلام خود دلیل ہے کہ نبی اللہ کا کتنا بڑا عاشق ہوتا ہے کہ جنت سے پہلے آپ کی رضا مانگ رہا ہے اور ''رِضَاكَ'' کے بعد ''وَالْجَنَّةَ'' میں واوٴ عاطفہ داخل فرمایا اور سارے علماءِ نحو کا اس پر اجماع ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف میں مغایرت لازم ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ کی رضا کی جو لذت ہے وہ کچھ اور ہی ہے اور جنت کی لذت کچھ اور ہے۔ اللہ کی ذات کا، اللہ کی محبت کا، اللہ کے نام کا مزہ اور ہے اور جنت کا مزہ اور ہے۔ جنت مخلوق ہے اور اللہ خالق ہے لٰہذا لذتِ مخلوق، خالق کی لذت کو کہاں پاسکتی ہے۔ اسی لئے میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حدیث نقل فرماتے تھے کہ جب جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا تو اہلِ جنت اتنا مزہ پائیں گے کہ اس وقت جنت ان کو یاد بھی نہ آئے گی کہ کہاں جنت ہے، کہاں حوریں ہیں اور کہاں نعماء جنت ہیں ؎

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پر چھا گئے

ترے جلووں کے آگے ہمتِ شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

اللہ تعالیٰ کی تجلی کے سامنے اہلِ جنت کو جنت کا ہوش نہ رہے گا ؎

وہ سامنے ہیں نظامِ حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

جب اللہ کے مقابلہ میں جنت اور لذاتِ جنت کی کوئی حقیقت نہیں تو دنیا کیا بیچتی ہے کیونکہ دنیا کی لذتوں کی شراب نہ ازلی ہے نہ ابدی ہے یعنی دنیا پہلے نہیں تھی پھر اللہ نے پیدا کیا اور قیامت کے دن ہمیشہ کیلئے فنا کردی جائے گی۔تو دنیا کی شراب غیرازلی غیرابدی اور جنت کی شراب ابدی غیرازلی ہے یعنی جنت ابدی تو ہے لیکن ازلی نہیں ہے، یعنی پہلے نہیں تھی پھر پیدا کردی گئی اور کبھی فنا نہیں ہوگی لیکن ہمیشہ سے نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ کی ذات ازلی ابدی ہے یعنی اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔تو جنت کی شراب اللہ کی خاص ذات کو، اللہ کے نام کی لذت کو، اللہ کی محبت کے مزہ کو کہاں پاسکتی ہے کیونکہ جنت ابدی سہی لیکن شانِ ازلیت اور لذتِ ازلیت سے محروم ہے۔ اور جب اعلیٰ قسم کی چیز منہ کو لگ جاتی ہے تو ادنیٰ منہ کو نہیں لگتی۔تو اولیاء اللہ جو اللہ کے نام کی لذت کو پاگئے، اللہ کی محبت کا مزہ جن کے منہ کو لگ گیا، جن پر اللہ کی محبت چھا گئی تو دنیا کی لذتوں کی شراب ان کے منہ کو کیا لگے گی جبکہ جنت ان کو ثانوی درجہ میں ہوجاتی ہے لیکن جنت کو مانگتے ہیں کیونکہ محل دیدارِ الٰہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اس کے سوال کا حکم دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔

(سورۃ المطففین، آیۃ:۲۶)

تم لوگ ہماری نعمتوں پر لالچ کرو۔پس جب اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں پر ہمیں لالچ کرنے کا حکم دیں تو وہ ظالم ہے جو قناعت کرے ؎

چوں طمع خواہد ز من سلطانِ دیں
خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ جب وہ سلطانِ دیں ہم سے طمع چاہے تو قناعت کے سر پر خاک ڈالو۔

تو جس طرح اللہ کی رضا جنت سے بڑھ کر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دوزخ سے بڑھ کر ہے جس کی دلیل اس حدیثِ پاک کا دوسرا جز ہے کہ ''وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ''

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے پناہ مانگی اور دوزخ سے پناہ کو مؤخر فرمایا۔ یہاں بھی واؤ عطف کا ہے جو معطوف علیہ معطوف میں مغایرت کو لازم کرتا ہے یعنی آپ کی ناراضگی اور جہنم کی عقوبت برابر نہیں ہوسکتی، آپ کا ناراض ہوجانا عذابِ جہنم سے بڑھ کر ہے۔ اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ تَصُدَّ عَنِّيْ وَجْهَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی)

اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن آپ اپنا چہرہ مجھ سے پھیرلیں۔ دیکھو اگر باپ یا استاذ یا شیخ اپنا چہرہ ناراضگی سے پھیر لے تو لائق بیٹا اور لائق شاگرد اور لائق مرید پر کیا گذرے گی۔ پٹائی کے ڈنڈے سے زیادہ اس پر اپنے باپ یا شیخ کی ناراضگی شاق ہوتی ہے۔ اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی ناراضگی کو دوزخ پر مقدم فرمایا کہ عذابِ دوزخ کا سبب تو ان کی ناراضگی ہی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کفار کو اپنی رؤیت سے محروم کرنے کا موقع سزا میں بیان فرمایا جو حق تعالیٰ کی شان محبوبیت کی عظیم الشان دلیل ہے:

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۔

(سورۃ المطففین، آیۃ: ۱۵)

ہرگز نہیں یہ (کفار) قیامت کے دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے۔ بطور سزا کے مجوبی کا اعلان اللہ تعالیٰ کی شانِ محبوبیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ دنیا میں کسی سلطانِ وقت نے کسی مجرم کو یہ سزا نہیں سنائی کہ ہم تجھے اپنے دیدار سے محروم کرتے ہیں کیونکہ دنیوی بادشاہ حاکمِ محض ہوتے ہیں محبوب نہیں ہوتے۔ ان کے مجرمین تو صرف سزا سے بچنا چاہتے ہیں، بادشاہوں کے دیدار کے حریص نہیں ہوتے لیکن موقع سزا میں حق تعالیٰ کے اس اعلان سے ثابت ہوا کہ ان کے دیدار سے محرومی کافروں کے لئے خود ایک عذاب ہوگی اور کفار سخت ضیق اور گھٹن میں ہوں گے۔ بقیہ بر صفحہ: ۵

بزمِ درویش
عارف باللہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ

ملفوظاتِ رحیمی

حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب جامی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پُر ملال کی خبر پا کر فرمایا کہ تقریباً پچیس برس تو ہمارے حضرت کے پاس رہے ہوں گے حضرت والا کے مزاج شناس تھے اور ہر سختی کو برداشت کرنے والے تھے۔

ارشاد فرمایا: جس طرح طبیب کے پاس علاج میں آسانی کا مطالبہ کرنے سے علاج ناممکن ہے اسی طرح طبیب باطن شیخ کے پاس بھی نفس کی اصلاح میں آسانی ڈھونڈنا کہ شیخ کی سختی سے تنگ دل ہو جائے اس سے بھی نفس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

ایک سلسلہ گفتگو میں ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو رات میں نیند نہ آتی ہے تو سونے سے پہلے تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر آیت کریمہ:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

گیارہ مرتبہ پڑھ لے تو انشاء اللہ نیند آ جائے گی۔

ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اہل مدینہ کے علاج کیلئے ایک طبیب باہر سے مدینہ منورہ کو آیا تھا کئی دن گذر گئے، مگر کوئی بیمار ہی نہیں آیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے شکایت کی کہ اتنا عرصہ گذرنے کے باوجود میرے پاس ایک مریض بھی نہیں آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہاں کے لوگوں کی یہ عادت ہے کہ جب تک اچھی بھوک نہیں لگتی کھانا نہیں کھاتے اور جب بھوک کچھ باقی رہتی ہے تو اس وقت کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔

یہ سن کر طبیب نے کہا ٹھیک ہے یہاں لوگ جو تندرست نظر آتے ہیں اور کوئی بیمار ہی نہیں ہے اس کا راز بس یہی ہے اب مجھے یہاں رہنے کی ضرورت نہیں یہ کہہ کر وہ طبیب چل دیا۔

درِّ نایاب

شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ محمد ذاکر رحیمی صاحب نور اللہ مرقدہ

معارفِ رحیمی

شیطانی دھوکہ

بزرگوں نے لکھا ہے کہ ایک سالک کو اچانک شہادت فِیْ سَبِیْلِ اللہ کا شوق پیدا ہو گیا بار بار خیال آرہا ہے کہ اللہ کے راستے میں سر کٹا دوں ہم ہوتے تو بہت خوش ہو جاتے کہ یہ غیبی الہام ہے مگر سچے سالک کی یہ شان ہوتی ہے کہ اپنے دل میں آنیوالے ہر خیال وخطرہ کو اپنے شیخ کے سامنے پیش کر دیتا ہے کہ کہیں نفس کا دھوکہ نہ ہو شیخ سے اس نے کہا کہ یہ میرا حال ہے تو جواب ملا واقعی یہ بھی ایک چال ہے کہ روز روز کے مجاہدے اور ذکر وشغل سے نفس پر آرے چل رہے ہیں وہ چاہتا ہے کہ ایک ہی مار میں معاملہ ختم ہو جائے اسلامی شریعت اور امیر المومنین کے تقاضے کے بغیر اپنا سر کٹا دینا شہادت کیسے ہو جائیگا اب تو یقین ہو جانا چاہئے کہ میدان جنگ کا جہاد نفس وشیطان کے سامنے ہلکا پھلکا ہی ہے اور اس کے مقابلہ میں چوبیس گھنٹوں کی محنت مشقت اور مجاہدات زیادہ بھاری ہیں اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو جہادِ اکبر فرمایا۔

تزکیہ کے ذریعہ نفس کا سدھار

بات چل رہی تھی کہ تعلیم وتبلیغ پر عمل بھی ضروری ہے اور وہ بھی اخلاص کے ساتھ تو اسکے لئے تزکیہ اور تربیت کا اہتمام ضروری ہے ان مجاہدات کے بعد ہی تعلیم کا رنگ نکھریگا زبان میں تاثیر پیدا ہوگی دعوت وتبلیغ میں جان پڑیگی روح کی صفائی ہوگی باطن نکھریگا یہاں تک کہ نفس امارہ اب نفس مطمئنہ بن جائیگا انجام کار خاتمہ بالخیر کے وقت فرشتے پیغام لے آئینگے یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ

الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ

اے مطمئن روح اپنے رب کے پاس لوٹ جا اس حال میں کہ تو اس سے خوش اور تجھ سے وہ خوش ہے پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

اس آیت کے کچھ نکات ذہن میں آ رہے ہیں اللہ کرے کہ وہ صحیح ہو۔

(۱) نفس زکیہ کے بجائے مطمئنہ کہنے کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اطمینان کا تعلق ذکر اللہ سے ہوتا ہے یہ اشارہ دیا گیا کہ ذکر اللہ کی کثرت ہی اس بشارت کا ذریعہ ہے۔

(۲) روح کے بجائے نفس کہا کہ نفس امارہ سے نفس مطمئنہ بننے تک جو مراحل گذرے ہیں ان میں اللہ کے ذکر کو زیادہ دخل ہے اس سے کبھی غفلت نہ کرنی چاہئے۔

(۳) اِرْجِعِیْ یعنی لوٹ جا یعنے جہاں سے آئی تھی وہیں جا مطلب یہ کہ جب عالم ارواح سے روح کو فرشتوں کے ذریعہ ماں کے رحم میں ودیعت کیا گیا تو وہ پاک وصاف تھی نہ رزائل کی آمیزش تھی نہ گناہوں کی آلودگی اب مالک کا تقاضہ یہ کہ روح جب لوٹ کر آئے تو اسی طرح پاک وصاف اور بے داغ ہو اس کے لئے مجاہدات ضروری ہیں۔ اسی وقت روح اس خوشخبری کی حق دار بنتی ہے روح انسان کے ہاتھ میں اللہ کی عظیم امانت ہے جس طرح پاک وصاف دی گئی تھی اسی طرح واپسی کا مطالبہ ہے اور یہی دشوار مجاہدہ ہے جس کو قرآن تزکیہ کہتا ہے اور حدیث میں احسان کا نام دیکر اسلام اور ایمان کے پہلو بہ پہلو ضروری اور لازم قرار دیا گیا ہے۔

ایمان ماننے کا نام ہے تو اسلام سارے احکام بجالانے کو کہیں گے بات یہی پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ احسان کا بھی ضروری ہونا حدیث سے معلوم ہوا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایمان میں پختہ پن اور توجہ الی اللہ کے ساتھ سارے اعمال میں اخلاص وللّٰہیت کی شان احسان ہی سے پیدا ہوگی یہی احسانی کیفیت بیعت وتربیت سے مقصود ہے۔

فغانِ کلیم

طبیب الامۃ مرجع العلماء حضرت شاہ حکیم محمد کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم

اثر انگیز نصائح

میرے شیخ نے مجھے نصیحت کی تھی کہ کہیں جاؤ خالی ہو کے جاؤ بھرے ہوئے آؤ گے۔ الحمدللہ کبھی تنقید نہیں کی، کبھی تنقیص نہیں کی۔ چونکہ الگ الگ ذوق ہوتے ہیں کہیں کچھ اور کہیں کچھ، لیکن ہمارے شیخ کا کیا ذوق تھا اسکو تو مضبوط پکڑینگے اور غیروں پر تنقید نہیں کرینگے، وہ جانیں، ان کا وہ ذوق ہے، ہمیں کیا مطلب؟ ہماری حاضری ہوئی ہے ان سے دعا لینے کیلئے ''آپ دعا فرمادیں'' کافی ہے یہ۔ ہمارے شیخ جو کہیں گے وہی کرینگے۔ کہتے ہیں وہاں کیوں گئے؟ ایسا کرنے سے محروم ہوجاتا ہے، کامیاب نہیں ہوگا۔ اسی لئے کہتے ہیں جو شریعت پر زیادہ تنقید کرے وہ کامیاب نہیں ہوگا۔

آجکل ذوق شوق چلا گیا، پورے عالم میں یہ بیماری ہے، کیا عرب کیا عجم، یہی وجہ ہے کہ دونوں جگہیں مشترک ہیں، اخلاص نہیں ہے۔ دین کا کام کرو اخلاص کے ساتھ، سب لوگ متوجہ ہونگے۔ آج کیا ہورہا ہے؟ ہمارا نام چاہئے ''میرے شیخ، میری مسجد، میرا مدرسہ، میری جماعت'' یہ ہورہا ہے۔ دین کو پیچھے کردیا اور اپنے کو آگے کردیا۔ بھائی طلحہ نے مجھ سے فرمایا جب مظاہر علوم کے دو ٹکڑے ہوگئے تھے کہ ''میں تو خوش ہوں، تعداد مدرسہ کی بھی بڑھے گی اور طلبہ کی بھی بڑھے گی'' لوگ کہتے ہیں کہ ''یہ دو کیسے ہوگئے؟''۔ کیا حرج ہوگیا؟ کونسے گناہ کی بات ہوگئی بھئی؟ تعداد تو مدرسہ کی بھی بڑھے گی اور طلبہ کی بھی، فائدہ ہوا یا نقصان؟۔ یہ جذبہ ہونا چاہئے۔ ایک مدرسہ قائم تھا دوسرا مدرسہ ہوگیا تو تیور بدل جاتے ہیں، تنقید شروع ہوجاتی ہے کہ ایسا ہے ویسا ہے۔ انہوں نے اس کا اظہار کیا کہ حرج کیا ہے؟ تعداد بڑھے گی طلبۂ کرام کی اور دین دو جگہ سہی، یہ نہیں کہ ہمارے مدرسہ میں کمی آجائیگی۔ آجکل یہ جذبہ نہیں ہے۔ دین میں تو لگتے ہیں مگر اخلاص نہیں ہے۔ ماشاءاللہ آپ نے دین کا کام کیا مگر دین کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، نام کی طرف متوجہ ہوئے۔

امت کے اندر جو حالات آرہے ہیں، فی الحال پورے عالم میں آگ لگی ہوئی ہے، اس کی وجہ یہ کہ ہم نے مسلک کو بھلادیا، نبی کے احکامات کو بھلادیا، یہود ونصاری جو ملعون قوم ہے اس کو گلے لگالیا۔ کیسے کامیاب ہونگے؟ کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جہاں جہاں شریعت نے منع کیا ہے امت وہی کررہی ہے، انہیں کے طریقہ پر چل رہی ہے، جتنی سیاسی جماعتیں ہیں وہ بھی انہیں کے طریقہ پر چل رہی ہیں، اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ پہلے صلحاء کے لباس پر اکرام کرتے تھے، اب جہاں جاتے ہیں ذلیل ہوتے ہیں کیونکہ جو رہبر ہیں ان کے اندر دنیا طلبی ہے۔ تلاوت میں جی نہیں لگے گا، ذکر میں جی نہیں لگے گا، باتوں میں بہت جی لگے گا، سیاسی پارٹیاں ہیں ان کا استقبال کیا جارہا ہے، دنیا لگائی جارہی ہے، پوراپورا وقت اسی میں ضائع ہورہا ہے جس سے اللہ تعالی نے منع کیا ہے۔

دو لفظ یاد رکھو! ایک سے تو بے پناہ محبت کرتے ہیں ایک سے بغض رکھتے ہیں۔ یہ دو لفظ ہیں: ایک لفظ ہے "مقسطین" اللہ تعالی پسند فرماتے ہیں اور دوسرا لفظ ہے "مسرفین" یہ مبغوض ہیں۔ مقسطین پر عمل نہیں کرتے اور مسرفین پر عمل کرتے ہیں۔ یہ دو لفظ ہیں۔ ابھی اللہ تعالی نے دل میں بات ڈالی۔ تو امت مسرفین پر عمل کررہی ہے، شریعت نے منع کیا کہ یہاں پیسہ مت خرچ کرو کہتے ہیں کہ ناک کٹ جائیگی، خوب بے پناہ پیسہ خرچ کررہے ہیں۔ پکڑ لئے جاؤ گے۔ اللہ تعالی ناپسند کرتے ہیں، وہ مبغوض ہوجائیگا۔ جہاں شریعت حکم دیتی ہے ان پر عمل کرو۔ دینی جدوجہد میں تو کوئی پیسہ دینا گوارہ کرتا ہی نہیں اور دنیاوی جدوجہد میں لاکھوں لاکھ خرچ کرتے ہیں، الیکشن کا زمانہ آیا لاکھوں لاکھ خرچ کرینگے، کئی کروڑ خرچ کرینگے، کئی ایک کروڑ خرچ ہوتے ہیں اور دین کا معاملہ آیا تو پیچھے ہٹ جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ کیا بتاؤں حالات ایسے چل رہے ہیں، فلاں مدرسہ کو چندہ دے دیا، عذر شروع کردینگے۔ دین مقدم ہونا چاہئے۔ دین کو چھوڑو گے تو کبھی کامیاب نہیں ہوگے۔ یہود ونصاریٰ پر لعنت ہے ہم انہیں کی روش اختیار کررہے ہیں۔ اللہ سے ڈرو۔ یہ بات کیوں پیدا ہورہی ہے؟ اسلئے کہ ہمارے پیٹ میں حرام مال جارہا ہے، کھانے میں احتیاط نہیں۔ حرام مال پیٹ میں جائیگا تو فساد آئیگا ہی۔ ویسا ہی اسکا خون بنے گا۔

مضامین

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

کیا قربانی معاشی تباہی کا ذریعہ ہے؟

جس مقصد کے تحت اللہ تعالیٰ نے یہ قربانی واجب فرمائی تھی، آج اسی کے بالکل برخلاف کہنے والے یہ کہہ رہے ہیں کہ صاحب! قربانی کیا ہے؟ یہ قربانی (معاذ اللہ) خواہ مخواہ رکھ دی گئی ہے، لاکھوں روپیہ خون کی شکل میں نالیوں میں بہہ جاتا ہے اور معاشی اعتبار سے نقصان دہ ہے، کتنے جانور کم ہو جاتے ہیں، اور فلاں فلاں معاشی نقصان ہوتے ہیں وغیرہ لہٰذا قربانی کرنے کے بجائے یہ کرنا چاہئے کہ وہ لوگ جو غریب ہیں جو بھوک سے بلبلا رہے ہیں تو قربانی کر کے گوشت تقسیم کرنے کے بجائے اگر وہ روپیہ اس غریب کو دے دیا جائے تو اس کی ضرورت پوری ہو جائے، یہ پروپیگنڈہ اتنی کثرت سے کیا جارہا کہ پہلے زمانے میں تو صرف ایک مخصوص حلقہ تھا جو یہ باتیں کہتا تھا، لیکن اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ شاید ہی کوئی دن خالی جاتا ہو جس میں کم از کم دو چار افراد یہ بات نہ پوچھ لیتے ہوں کہ ہمارے عزیزوں میں بہت سے لوگ غریب ہیں، لہٰذا اگر ہم لوگ قربانی نہ کریں اور وہ رقم ان کو دے دیں تو اس میں کیا حرج ہے؟

بات دراصل یہ ہے کہ ہر عبادت کا ایک موقع اور ایک محل ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص یہ سوچے کہ میں نماز نہ پڑھوں اور اس کے بجائے غریب کی مدد کر دوں تو اس سے نماز کا فریضہ ادا نہیں ہو سکتا، غریب کی مدد کرنے کا اجر و ثواب اپنی جگہ ہے، لیکن جو دوسرے فرائض ہیں وہ اپنی جگہ فرض و واجب ہیں اور قربانی کے خلاف یہ جو پروپیگنڈہ کیا گیا ہے کہ وہ عقل کے خلاف ہے اور یہ معاشی

بدحالی کا سبب ہے اور معاشی اعتبار سے اس کا کوئی جواز نہیں ہے، یہ درحقیقت قربانی کے سارے فلسفے اور اس کی روح کی نفی ہے، ارے بھائی! قربانی تو مشروع ہی اس لئے کی گئی ہے کہ یہ کام تمہاری عقل اور سمجھ میں آرہا ہو یا نہ آرہا ہو، پھر بھی یہ کام کرو اس لئے کہ ہم نے اس کے کرنے کا حکم دیا ہے، ہم جو کہیں اس پر عمل کر کے دکھاؤ، یہ قربانی کی اصل روح ہے، یاد رکھو! جب تک انسان کے اندر اتباع پیدا نہیں ہوجاتی اس وقت تک انسان انسان نہیں بن سکتا، جتنی بدعنوانیاں، جتنے مظالم، جتنی تباہ کاریاں آج انسانوں کے اندر پھیلی ہوئی ہیں وہ درحقیقت اس بنیاد کو فراموش کرنے کی وجہ سے ہے کہ انسان اپنی عقل کے پیچھے چلتا ہے اللہ کے حکم کی اتباع کی طرف نہیں جاتا۔

اور عبادت کے اندر یہ ہے کہ وہ نفلی طور پر جس وقت چاہیں ادا کریں لیکن قربانی کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ سکھا دیا کہ گلے پر چھری پھیرنا یہ صرف تین دن تک عبادت ہے اور تین دن کے بعد اگر قربانی کرو گے تو کوئی عبادت نہیں، کیوں؟ یہ بتانے کیلئے اس عمل میں کچھ نہیں رکھا، بلکہ جب ہم نے کہہ دیا کہ قربانی کرو اس وقت عبادت ہے اور اس کے علاوہ عبادت نہیں ہے، کاش! یہ نکتہ ہماری سمجھ میں آجائے تو سارے دین کی فہم حاصل ہوجائے، دین کا سارا نکتہ اور محور یہ ہے کہ دین اتباع کا نام ہے، جس چیز میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم آگیا وہ مانو اور اس پر عمل کرو، اور جہاں حکم نہیں آیا اس میں کچھ نہیں ہے۔

قربانی کی عبادت کا سارا فلسفہ یہی ہے، اس لئے کہ قربانی کے معنی ہیں ''اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی چیز'' اور یہ لفظ قربانی ''قربان'' سے نکلا ہے اور لفظ قربان ''قرب'' سے نکلا ہے، تو قربانی کے معنی یہ ہیں کہ وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے اور اس قربانی کے

سارے عمل میں یہ سکھایا گیا ہے کہ ہمارے حکم کی اتباع کا نام دین ہے، جب ہمارا حکم آجائے تو اس کے عبد عقلی گھوڑے دوڑانے کا موقع ہے نہ اس میں حکمتیں اور مصلحتیں تلاش کرنے کا موقع باقی رہتا ہے اور نہ اس میں چوں وچرا کرنے کا موقع ہے، ایک مؤمن کا کام یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے حکم آجائے تو اپنا سر جھکا دے اور اس حکم کی اتباع کرے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس حکم آگیا کہ بیٹے کو ذبح کردو، اور وہ حکم بھی خواب کے ذریعہ سے آیا، اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو وحی کے ذریعہ حکم نازل فرمادیتے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرو، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ خواب میں آپ کو یہ دکھایا گیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کررہے ہیں، اگر ہمارے جیسا تاویل کرنے والا کوئی شخص ہوتا تو یہ کہہ دیتا کہ یہ تو خواب کی بات ہے، اس پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ مگر یہ بھی حقیقت میں ایک امتحان تھا کہ چونکہ جب انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے تو کیا وہ اس وحی پر عمل کرتے یا نہیں؟ اس لئے آپ کو یہ عمل خواب میں دکھا دیا گیا، اور جب آپ کو یہ معلوم ہوگیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حکم ہے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کردو تو باپ نے پلٹ کر اللہ تعالیٰ سے یہ نہیں پوچھا کہ یا اللہ! یہ حکم آخر کیوں دیا جارہا ہے؟ اس میں کیا حکمت اور کیا مصلحت ہے؟ دنیا کا کوئی قانون اور کوئی نظام زندگی اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا کہ باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرے، عقل کی کسی میزان پر اس حکم کو اُتار کر دیکھیں تو کسی میزان پر یہ پورا اُترتا نظر نہیں آتا۔

یہ پورا واقعہ جو درحقیقت قربانی کے عمل کی بنیاد ہے، روزِ اول سے یہ بتارہا ہے کہ قربانی اس لئے مشروع کی گئی ہے تاکہ انسانوں کے دل میں یہ احساس، یہ علم اور معرفت پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ

کا حکم ہر چیز پر فوقیت رکھتا ہے اور دین درحقیقت اتباع کا نام ہے اور جب حکم آجائے تو پھر عقلی گھوڑے دوڑانے کا موقع نہیں، حکمتیں اور مصلحتیں تلاش کرنے کا موقع نہیں۔

مسلمان اللہ تعالیٰ کے حضور جو قربانی پیش کرتے ہیں یہ ایک ایسا نذرانہ ہے کہ ادھر اس نے اللہ کے لئے قربانی پیش کرتے ہوئے جانور کے گلے پر چھری پھیری، ادھر قربانی کی عبادت ادا ہوگئی، اور اللہ تعالیٰ نے وہ نذرانہ قبول کرلیا، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا، اور اب وہ جانور بھی پورا کا پورا تمہارا ہے، اور فرمادیا کہ یہ جانور لے کر کھاؤ، اس کا گوشت تمہارا ہے، اس کی کھال تمہاری ہے، اس جانور کی ہر چیز تمہاری ہے، اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اکرام دیکھئے کہ نذرانہ مانگا جارہا ہے لیکن جب بندہ نے خون بہادیا اور نذرانہ پیش کردیا اور ہمارے حکم کی تعمیل کرلی تو بس کافی ہے، ہمیں اتنا ہی چاہئے تھا، چنانچہ فرمایا کہ:

”لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُمْ“

ہمیں تو اس کا گوشت نہیں چاہئے، ہمیں اس کا خون نہیں چاہئے، ہمیں تو تمہارے دل کا تقویٰ چاہئے، جب تم نے اپنے دل کے تقویٰ سے یہ قربانی پیش کردی وہ ہمارے یہاں قبول ہوگئی، اب اس کو تم ہی کھاؤ، چنانچہ اگر کوئی شخص قربانی کا سارا گوشت خود کھالے اس پر کوئی گناہ نہیں، البتہ مستحب یہ ہے کہ تین حصے کرے، ایک حصہ خود کھائے، ایک حصہ عزیزوں میں تقسیم کرے اور ایک حصہ غرباء میں خیرات کرے، لیکن اگر ایک بوٹی بھی خیرات نہ کرے تب بھی قربانی کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی، اس لئے کہ قربانی تو اس وقت مکمل ہوگئی جس وقت جانور کے گلے پر چھری پھیردی، جب میرے بندے نے میرے حکم پر عمل کرلیا تو بس! قربانی کی فضلیت اس کو حاصل ہوگئی۔

مضامین
مولانا محمد طاہر مظاہری

مکاتب قرآنیہ کی ضرورت و اہمیت

مکاتب قرآنیہ تعلیم دین کے مراکز ہیں، اپنی ظاہری جسامت وضخامت کے اعتبار سے تو بہت چھوٹے ومعمولی ہوتے ہیں لیکن حقیقت کے اعتبار سے ان کی افادیت اور نافعیت کا دائرہ وسیع ہوتا ہے، سینکڑوں قوم کے بچے بچیاں اس سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں ان کے سایہ تلے افراد ہی کو نہیں بلکہ قوموں کو ہدایت ایمانی وروحانی میسر ہوتی ہے۔

پس منظر: ہمارے اکابر نے انگریزوں کے قابض وتسلط ہونے کے بعد نظامِ مکاتب کا یہ الہامی وتجدیدی کارنامہ انجام دیا برصغیر ہندو پاک بلکہ پوری دنیا میں مسلمان جہاں گئے وہاں اپنے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کیلئے مکاتب کا نظام مرتب کیا۔ مکتب کی ضرورت ایک ایسی بنیادی ضرورت ہے جس سے کوئی مسلمان بچہ مستغنی نہیں ہوسکتا۔ چاہے وہ مستقبل میں دینی تعلیم جاری رکھنے کا ارادہ کرے یا اسکول وکالج کی طرف متوجہ ہو۔ کیونکہ والدین کی شرعاً یہ ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کو بہترین دینی طرز کی تعلیم وتربیت دینے کا اہتمام کرے۔

مکتب گویا کہ ہر مسلمان بچے کے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے کیلئے اور اُسے ایک باعمل مسلمان بنانے کیلئے نہایت ضروری ہے۔ جس بچے کا تعلق مکتب سے رہا ہوگا وہ چاہے کسی بھی شعبہ میں چلا جائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے دین کے دشمنوں کا آلہ کار نہیں بنے گا۔ اس کی دین اور اہل دین سے محبت باقی رہے گی قرآن کریم سے تعلق اور بنیادی ضروری دینی مسائل سے واقفیت رہے گی جو کہ دین ودنیا میں کامیابی کیلئے نہایت ضروری ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت ولی حسن ٹونکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

ان شاء اللہ مکتب میں پڑھنے والا بچہ کبھی بے دین نہیں ہوگا۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

ماں باپ پر اولاد کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ ان کو اسلامی تعلیمات سے خوب اچھے طریقے سے واقف کرائیں۔ یہ ان کے ماں باپ پر بہت بڑا حق ہے جسے پورا کرنا اور اس پر پوری توجہ دینا ہمارا دینی وملی فریضہ ہے اس کے بغیر ہم اپنے فریضے سے سبک دوش نہیں ہوسکتے۔

مکاتب قرآنیہ کا قیام قوم کے سربراہ، ذمہ دار افراد اور علماء کرام کی ذمہ داریوں میں سے ہے نیز یہ کہ مکاتب قرآنیہ کی اہمیت کے پیش نظر ہمارے اکابر ہر دور میں اس کی ترغیب دیتے چلے آئے ہیں۔

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایسی ابتدائی تعلیم کی ضرورت ہے جس سے عوام المسلمین کے تمام بچے مستفید ہوسکیں اور ضروریات دین کا علم ہر مسلم گھرانے میں پہنچ جائے''۔

اس مسئلہ کا حل مکاتب ہیں جو ہر ہر محلہ کی مسجدوں میں قائم ہوں اور ان کا تعلق محلوں ہی میں ہوں بلکہ دیہات میں بھی جا بجا قائم ہونے ضروری ہیں۔

کیونکہ مکاتب ہی سے مساجد آباد ہوں گے، مدارس کو طلبہ ملیں گے، دین ومذہب پر چلنے کا شوق پیدا ہوگا، ارتداد وفتنوں کی روک تھام ہوگی عیسائیت وقادیانیت کا سدِّ باب ہوگا، الغرض ایمان پر جینے ومرنے کا حوصلہ پیدا ہوگا، اس لئے ضرورت ہے وقت کا اہم تقاضہ ہے کہ ہم ہوش کے ناخون لیں، زمانۂ خیر القرون کی طرح بچوں کے مکاتب، بالغین اور بڑے بوڑھوں کے مکاتب قائم کئے جائیں محلہ جاتی مکاتب نسوان کی فکر ہو، جگہ جگہ مکاتب کا جال پھیلایا جائے۔

اخیر میں قارئین کرام سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اکابر کے مندرجہ بالا ارشادات کو پڑھ کر اس پر عمل کرنے کی کوشش فرمائیں اور اپنے زیرِ اثر علاقے میں مکاتب قرآنیہ کا قیام عمل میں لائیں۔

امثال و عبر

شیخ احمد مصطفیٰ قاسم الطحطاوی

سلطان نورالدین محمود زنگیؒ اور انکی شب بیداری

عبادت الٰہی سے سرشار جلیل القدر اشخاص میں، عادل حکمران سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بھی سرفہرست ہے۔ جو محمود بن زنگی بن اقسنقر، ابوالقاسم نورالدین کے نام سے معروف ہیں۔ ۵۶۹ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جہاد ان کے گھر کی لونڈی، گھوڑوں کی پشت وطن اور خیموں کی چھاؤں کو انہوں نے اپنا مسکن اور تہجد کے وقت دعاؤں کو ہتھیار بنالیا تھا۔ اپنی زندگی جہاد جیسی عبادت میں صرف کردی۔ عیسائیوں کو شکست سے دوچار کردیا۔ خود بنفس نفیس شریک قتال ہوتے۔

عیسائیوں نے جب شام پر حملہ کیا تو انہوں نے ملک کی بالشت بالشت کی حفاظت کی، دن کے وقت مضبوط دل اور رات کی نماز، تلاوت اور دُعاؤں سے ملک کے چپے چپے کا دفاع کیا۔ مشہور مورخ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ ان کی صفت یوں بیان کرتے ہیں: نورالدین محمود اپنے عدل، حسن سیرت اور اخلاق و کردار سے پورے عالم میں مشہور ہوئے۔ میں نے تمام اسلامی فرماں رواؤں کے احوال پڑھے ہیں۔ خلفاء راشدین اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان سے بہتر حسن سیرت و کردار کا مالک کسی بادشاہ کو نہیں پایا۔ تقویٰ طہارت، عبادت و علم کے اعلیٰ کمال پر فائز تھے۔ صرف اپنی ذاتی رقم خرچ کرتے۔ سرکاری خزانے کا ایک پائی بھی اپنی ضرورت میں صرف نہیں کرتے۔

ایک مرتبہ ان کی اہلیہ نے مالی تنگی کی شکایت کی تو انہوں نے اپنی ملکیتی تین دُکانیں ان کے سپرد کردیں، جن کی سالانہ آمدنی بیس دینار ہوا کرتی تھی۔ بیوی نے اس مقدار کو ناکافی قرار دیا فرمانے لگے: بس میرے پاس یہی کچھ ہے جو خزانہ میرے ہاتھ میں ہے وہ میرا نہیں ہے، مسلمانوں کی امانت ہے۔ میں اس کا امین ہوں۔ تیری وجہ سے میں اس کے اندر خیانت کرکے خود کو جہنم کا ایندھن ہرگز نہیں بنا سکتا۔

آپ کی شب بیداری

اس عظیم عادل بادشاہ کی زندگی کے ہر گوشہ کو مؤرخین نے ذکر کیا ہے جو جہاد، عبادت، شجاعت، عدل وانصاف کا حسین امتزاج کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ قلم ان کی حقیقت کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔

جہاں انہوں نے اسلام دشمن عیسائیوں کی اسلامی مملکت کے خلاف ریشہ دوانیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کی سازشوں اور پے در پے حملوں کو اپنی شجاعت اور للّٰہیت سے ناکام بنایا، وہاں عبادت، تہجد اور دُعاء کا بھی اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔

کہا جاتا ہے کہ نورالدین رحمۃ اللہ علیہ رات کے وقت پھٹے پرانے کپڑے پہنتے اور نماز کیلئے کھڑے ہوجاتے۔ اور ہاتھوں کو آسمان کی طرف پھیلاتے اور آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں جاری کرتے۔ اور اللہ سے تضرع وزاری کرتے۔ اے اللہ! لوگوں سے ٹیکس، عشر اور چونگی وصول کرنے والے ظالم محمود پر رحم فرما۔

ابن الاثیر، ابن کثیر اور ابوشامہ جیسے مشہور مؤرخین کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنے اندر شجاعت وخشوع، کثرت قیام وصیام کو جمع فرمایا تھا۔ تہجد کے وقت بکثرت نماز پڑھنے کے عادی تھے۔ اسی طرح ان کی اہلیہ عصمت الدین خاتون بھی تہجد گذار پابند صوم وصلوٰۃ تھیں۔ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک رات تہجد کیلئے اُٹھ نہ سکیں، جس کی وجہ سے معمولات پورے نہیں ہوئے۔ جس سے صبح سخت غمگین اور افسردہ ہوئیں۔

نورالدین نے افسردگی کی وجہ پوچھی تو کہنے لگی: آج تہجد کی نماز نیند کے غلبے کی وجہ سے فوت ہوگئی۔

تو اس وقت سے نورالدین نے قلعہ کے اندر تہجد کے وقت طبل بجانے کا حکم صادر کیا، تاکہ تہجد اُٹھنے والے حضرات باآسانی اُٹھ سکیں اور طبل بجانے والے کیلئے باقاعدہ تنخواہ مقرر کی۔

تہجد کے ذریعے دشمن پر غلبہ

اس بات کو دشمن بھی سمجھ چکا ہے کہ جن اُمراءِ مسلمین نے ان کو شکست سے دوچار کیا اور

مسلمانوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا وہ محض اسلحے اور فوج کے بل بوتے پر نہیں بلکہ رات کے وقت دربار الٰہی میں قیام، تہجد، اخلاص، للّٰہیت اور والہانہ دعاؤں کے ذریعہ دشمن کو زیرنگیں کیا۔ اسی کی طرف اشارہ کر کے مشہور مؤرخ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سلطان نورالدین تہجد کے عادی تھے، دعاؤں میں الحاح وزاری ان کا معمول تھا، اپنے تمام اُمور میں دُعاؤں کا خاص اہتمام ان کا طریقہ ووطیرہ تھا"۔

بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ جس زمانے میں القدس پر فرنگیوں کا غلبہ تھا۔ اس وقت، القدس میں گئے تو ان کی زبانوں پر یہ بات عام تھی کہ مسلمانوں کے بادشاہ نورالدین کے اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق ہیں۔ وہ اپنے اسلحے اور فوجی قوت کے ذریعے ہم پر ہرگز غالب نہیں ہوسکتے۔ وہ محض دعاؤں اور رات کے وقت نمازوں کے ذریعے ہمیں شکست دیتا ہے۔

وہ رات کے وقت نماز پڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔ ان کی ہر درخواست کو قبول کرتا ہے۔ اس طرح وہ ہم پر غالب آتا ہے۔ دیکھیے: سبحان اللہ! یہ دشمنوں کی گواہی ہے۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں رقم طراز ہیں کہ جب انگریزوں نے شام کے علاقے حلب کے حارم نامی قلعے پر دھاوا بول دیا، جن کی تعداد تقریباً تیس ہزار کے لگ بھگ تھی، تو سلطان نورالدین محمود رحمۃ اللہ علیہ دربار الٰہی میں سجدہ ریز ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرنے لگے: الٰہی! یہ مسلمان تیرے غلام اور تیرے دوست ہیں، یہ تیرے غلام اور وہ انگریز، تیرے دشمن۔

اے رب کریم! اپنے دوستوں کی مدد فرما۔

اے اللہ! ان کی مدد آپ کے دین کی مدد ہے۔ اے رب غفور! تیرا بندہ محمود اگر مستحق مدد نہیں ہے تو اس کی سزا مسلمانوں کو نہ دے۔ یہ دُعا کرنا تھا کہ آسمان کے دروازے اس دُعاء کی قبولیت کے لئے کھُل گئے، ابھی سورج غروب نہیں ہونے پایا تھا صلیبیوں کی فوج میں انتشار پھیل گیا اور ان کی صفیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے لگیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے دس ہزار صلیبیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور بے شمار کو قید کرنے میں کامیاب ہوئے، جن میں ان کے بڑے بڑے جرنیل بھی قید ہوئے۔

تکیہ سے ٹیک لگانے کے متعلق سنتیں

تکیہ استعمال کرنا سنت ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر اور تکیہ جس پر آپ سوتے تھے، چمڑے کا تھا۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (شمائل کبریٰ: ۲/ ۳۷)

چمڑے کا تکیہ سنت ہے: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیٹے ہوئے تھے آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (شمائل کبریٰ: ۲/ ۳۷)

دن کے وقت بیٹھنے میں تکیہ کا استعمال سنت ہے: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر آیا تو آپ کو تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا، آپ گھر میں کبھی آرام کیلئے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے تھے۔ (شمائل کبریٰ: ۲/ ۱۳۵)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سہارا لگانے کا طریقہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر چٹائی اور بستر پر ہر جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ قیلہ بنت مخرمہ نے بتایا کہ ایک بار میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ اکڑوں تشریف فرما تھے۔ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح عاجزی سے بیٹھے دیکھا، تو ڈر کر کانپ گئی۔

ایک مرتبہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے گھر لے گئے، تو ایک باندی نے آپ کی خدمت میں بچھونا پیش کیا، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بستر کو اپنے اور عدی کے درمیان رکھ دیا، اور زمین پر بیٹھ گئے، عدی بتاتے ہیں کہ میں نے سمجھ لیا کہ یہ بادشاہ نہیں ہیں۔

مشعلِ راہ

مولانا محمد طاہر مظاہری

قربانی کے چند ضروری مسائل

سوال: قربانی کس پر واجب ہوتی ہے؟ مطلع فرمائیں۔

جواب: قربانی ہر اس مسلمان، عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہوتی ہے، جس کی مِلک میں ساڑھے باون تولہ چاندی (یعنی ۶۱۲ گرام چاندی) یا اس کی قیمت کا مال جو حاجت اصلیہ سے زائد موجود ہو، یہ مال خواہ سونا، چاندی یا اس کے زیورات ہوں، یا مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان یا مسکونہ مکان سے زائد مکان، پلاٹ وغیرہ ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۵،ص:۴۱۹)

سوال: اگر کسی آدمی نے قربانی کا بکرا لیا ہو اور اس کو قربانی سے پہلے کسی وجہ سے فروخت کردے، اب وہ رقم کسی اور جگہ خرچ کرسکتا ہے؟

جواب: وہ رقم صدقہ کردے اور استغفار کرے اور اگر اس پر قربانی واجب تھی تو پھر دوسرا جانور خرید کر قربانی کے دنوں میں قربانی کرے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۵،ص:۴۳۲)

سوال: چرم قربانی کے دام اگر کھالئے جائیں تو قربانی درست ہوگی یا نہیں؟ چرم قربانی کی قیمت اگر صاحب نصاب کو نادار سمجھ کر دیدی جائے یا مسجد اور کنویں پر خرچ کی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قربانی کی کھال فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں اگر اپنے استعمال میں لائی گئی تو اس کا بدل صدقہ کرنا واجب ہے، ورنہ ثوابِ قربانی میں نقصان ہوگا صاحبِ نصاب کو دینا بھی جائز نہیں اگر اس کو نادار سمجھ کر دیدی جائے تو خیر مضائقہ نہیں، مسجد اور کنویں پر خرچ کرنا ناجائز ہے۔ (کفایۃ المفتی، ج:۸،ص:۲۲۸)

سوال: کیا بقرعید کی قربانی اور عقیقہ کی قربانی ایک ہی جانور میں ملا کر کر سکتے ہیں؟ مثلاً پانچ حصے عقیقہ کے ہو اور دو حصے قربانی کے۔

جواب: ایک ہی جانور میں قربانی اور عقیقہ کا حصہ ملا کر کیا جا سکتا ہے کیونکہ دونوں کا مقصد اللہ تعالیٰ کی قربت اور اجر و ثواب کا حاصل کرنا ہے۔ (کتاب الفتاویٰ، ج:۴، ص:۱۶۹)

سوال: اگر کسی نے قربانی کا گوشت فروخت کر دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی قربانی کرنے والے نے قربانی کا گوشت فروخت کر دیا تو اس کی قیمت کے برابر رقم صدقہ کرنا ضروری ہے۔ (قربانی کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا)

سوال: جانور ٹھنڈا ہونے سے پہلے چھیلنے کا حکم؟

جواب: ٹھنڈا ہونے سے پہلے کاٹنے کی وجہ سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے اس لئے یہ عمل مکروہ ہے، حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ حُسن سلوک کو فرض کیا ہے اس لئے قتل کرو تو اچھی طرح اور ذبح کرو تو اچھی طرح، چنانچہ تم میں سے جب کوئی جانور ذبح کرے تو اپنی چھری تیز کر لے اور جانور کو آرام پہنچائے۔ (کتاب الفتاویٰ، ج:۴، ص:۱۸۸)

سوال: ہماری طرف بقرعید میں جو قربانیاں ہوتی ہیں اس میں سات آدمی شریک ہو کر ایک گائے یا بیل قربانی کرتے ہیں اور ذبح کے وقت شرکاء کے نام پکارے جاتے ہیں اب سوال یہ کہ شرکاء کے نام پکارنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شرکاء کے نام قربانی کو ذبح کرتے وقت پکارنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہاں ذبح کرنے والا نیت میں ان سب کی جانب سے ذبح کرنے کا خیال رکھے اور اتفاقاً پکار دیئے جائیں اور مقصود اعلام ہو تو مضائقہ نہیں لیکن پکارنے کو ضروری یا اضحیہ میں لازم سمجھنا بے اصل ہے۔

(کفایۃ المفتی، ج:۶، ص:۱۸۷)

اورادو وظائف

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

مصیبت اور حاجت کے وقت کیا پڑھنا چاہئے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جسے کوئی پریشانی یا غم پیش آجائے تو اُسے یہ کہنا چاہئے، جو بندہ یہ کہے گا، اللہ تعالیٰ اس کے غم کو خوشی سے بدل دے گا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم یہ آگے سکھا سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں یہ کلمات سکھاؤ:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ، فِیْ قَبْضَتِكَ، نَاصِيَتِیْ بِيَدِكَ، مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَآؤُكَ، اَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ، اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ، اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِیْ، وَنُوْرَ بَصَرِیْ، وَشِفَآءَ صَدْرِیْ، وَجِلَآءَ حُزْنِیْ وَذَهَابَ هَمِّیْ۔ (رواہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ، ص:۳۰۱)

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ کا بندہ ہوں اور آپ کے ایک بندہ اور ایک بندی کا بیٹا ہوں، آپ کے قبضہ میں ہوں، میری پیشانی آپ کے ہاتھ میں ہے، مجھ میں آپ کا فیصلہ چلتا ہے، آپ کا فیصلہ عین انصاف ہے، میں آپ سے آپ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہر اس نام کے وسیلہ سے مانگتا ہوں جو آپ نے اپنے لئے رکھا ہے یا آپ نے کتاب اللہ میں اسے ذکر کیا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا آپ نے اپنے علم غیب میں اُسے باقی ناموں پر ترجیح دی ہے کہ آپ قرآنِ عظیم کو میرے دل کی بہار بنادیں، میری آنکھوں کا نور، میرے سینہ کی شفا، میرے غم کو دور کرنے والا، اور میری پریشانی کو دور کرنے والا بنادیں۔

حضرت ابوبکرہ (حضرت نفیع بن الحارث) رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مصیبت زدہ آدمی یہ کلمات پڑھے:

اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْا فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لِيْ شَانِيْ كُلَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ (عمل الیوم واللیلۃ، ص:۳۰۴)

ترجمہ: اے اللہ! مجھے صرف آپ کی رحمت سے اُمید ہے تو آپ ایک پلک جھپکنے کی مقدار بھی مجھے میرے سپرد نہ کیجئے۔ اور میرے سب حالات درست کردیجئے۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ۔

(اے زندہ، اے آسمان وزمین کو تھامنے والے آپ کی رحمت کے ذریعہ آپ سے فریاد کرتا ہوں) اس مبارک کلمہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنا اور دُعا کرنا بھی بہت مفید ہے۔ (حصن حصین)

ان دُعاؤں کے علاوہ دن میں ایک بار سورۂ یٰس پڑھنا اور ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنا بھی حاجت پوری کرنے کیلئے مفید ہے۔ اسی طرح چلتے پھرتے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھنا اور استغفار کی کثرت کرنا بھی اکسیر ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہماری دنیا وآخرت کی سب حاجات پوری فرمائے اور ہمیں رضا بالقضاء کی توفیق سے بھی نوازے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کے فیصلوں پر راضی رہنا ایمان ویقین کا اونچا مقام ہے اسی لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کی خاص صفت قرآن میں یہ ذکر کی گئی ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے راضی رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے راضی رہتا تھا، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

مسلک الحرمین

زائر حرم حضرت حمید صدیقی لکھنوی مرحوم

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کونین میں شہرت ہے سرکارِ دوعالم ﷺ کی
چھائی ہوئی رحمت ہے سرکارِ دوعالم ﷺ کی

مؤمن کی نگاہوں میں فردوس سے بھی بڑھ کر
آغوشِ رحمت ہے سرکارِ دوعالم ﷺ کی

اے ارض مدینہ میں آنکھوں میں تجھے رکھوں
جنت ہے تو جنت ہے سرکارِ دوعالم ﷺ کی

انوار تجلی سے ہیں دونوں جہاں روشن
کیا شمع رسالت ہے سرکارِ دوعالم ﷺ کی

مردے ہی نہیں، کلمہ پتھر بھی پکار اٹھیں
ٹھوکر میں وہ قدرت ہے سرکارِ دوعالم ﷺ کی

اُمّی تھے، مگر سینہ گنجینۂ حکمت تھا
مشہور فصاحت ہے سرکارِ دوعالم ﷺ کی

لازم ہے جسے رہنا، سرتاجِ اُمم بن کر
وہ خاص جماعت ہے سرکارِ دوعالم ﷺ کی

طیبہ کا ہر اک کوچہ، کیوں کر نہ معطر ہو
پھیلی ہوئی نکہت ہے سرکارِ دوعالم ﷺ کی

اے زائر خوش قسمت روضہ کی زیارت بھی
در اصل زیارت ہے سرکارِ دوعالم ﷺ کی

تا حشر رہے یارب! محفوظ حوادث سے
دل جو امانت ہے سرکارِ دوعالم ﷺ کی

کہتے ہوئے مرقد سے محشر حمیدؔ آئے
مجھ کو تو ضرورت ہے سرکارِ دوعالم ﷺ کی

AL-MAARIF

By: JAMIYA RAHEEMIYA KHAIRUL MADARIS

(Under Supervision of Raheemi Trust)
Beside: Masjid -e- Ashraf
Deeramathi 2nd Street, Pernambut - 635810.
VIr Dist. Tamil Nadu (India)   P.O. Box No: 32
Cell: +91 9894306751, +91 9894641484.

FOR PRIVATE CIRCULATION ONLY

رحیمی ٹرسٹ کے اغراض ومقاصد

۱	مسلم محلوں میں حسبِ ضرورت چھوٹی چھوٹی مسجدوں کا انتظام کرنا۔
۲	مدارس دینیہ کے ذریعہ دینی تعلیم وتربیت مع عصری تعلیم کا انتظام کرنا۔
۳	پسماندہ نواحی علاقوں سے طلبہ کو لاکر ان کیلئے طعام اور وظائف کا اہتمام کرتے ہوئے بہترین دینی تعلیم وتربیت فراہم کرنا۔
۴	مسجدوں کے احاطہ میں اسکول کے طلبہ وطالبات کیلئے مفت قرآنی دینی تعلیم کا انتظام۔
۵	علماء حقانی کے مواعظ کے ذریعہ اصلاح معاشرہ کی فکر اور جدو جہد۔
۶	صحیح اسلامی عقائد اور مسائل کی بوقت ضرورت اشاعت۔
۷	غریب ونادار لڑکیوں کی شادی میں حسب استطاعت مالی امداد کرنا۔